طلبہ، علماء
اور اہلِ مدارس سے
ایک درد بھری اپیل

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یو کے

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام	:	طلبہ، علماء اور اہلِ مدارس سے ایک دردبھری اپیل
صاحبِ وعظ	:	حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم
تاریخِ وعظ	:	ربیع الاوّل ۱۴۳۹ھ۔ دسمبر ۲۰۱۷ء
مقامِ وعظ	:	جامع مسجد، بلیک برن
ناشر	:	ادارہ التزکیہ، لیسٹر، یوکے
ای میل	:	publications@at-tazkiyah.com
ویب سائٹ	:	www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

طلبہ، علماء اور اہلِ مدارس سے ایک درد بھری اپیل ۵
حدیث پڑھنا پڑھانا: ایک بہت بڑی سعادت ۶
پڑھنا پڑھانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے ۷
تزکیہ کے تین حصّے ۷
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ عمل ۹
اہل النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی کامل اور غیر کامل ۹
عالم اور غیرِ عالم کی تلاوت میں فرق ۱۰
مدارس: دین کے قلعے ۱۱
مدرسہ کسی عمارت کا نام نہیں ہے ۱۱
ہمارے اسلاف اور ہم میں فرق ۱۲
متقدّمین میں حصولِ علم کا جذبہ ۱۲
ہماری ایک غلطی ۱۳
امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ حصولِ علم ۱۳
ہم نفسانیت کے شکار ہو گئے ۱۴
مدارس میں دین کی حفاظت ہوتی ہے ۱۴
علمی استعداد ۱۵
فکری استعداد ۱۶
تیسری استعداد: جذبۂ عمل ۱۶
دین کا دفاع ہمیشہ علماء نے کیا ۱۷
حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قیمتی ملفوظ ۱۷

مدرسے کے مقاصد پیشِ نظر رہیں ۱۸
ختمِ بخاری شریف میں شرکت کی وجہ ۱۹
ایسے لوگوں کو عالم کا لقب مت دیجئے ۱۹
دو باتوں میں سے صرف ایک کا اختیار ۲۰
حقیقی علم ۲۱
علم اور فن کے متعلّق ایک اہم بات ۲۱
دین کی خدمت کون کرے گا؟ ۲۲
بہت بڑی نعمت کی ناشکری ۲۳
ہارون رشید اور یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کی دلچسپ گفتگو ۲۴
علماء کی قدر کیجئے ۲۵
میرے والد مرحوم کا اہتمام ۲۶
مادرِ وطن میں ہمارا حال ۲۶
اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ۲۷
اسکول اور مدرسہ دونوں میں اوّل نمبر ۲۷
میں نے تو سلیم کو اپنی آخرت کے لئے طے کرلیا ہے ۲۸
دین کی خدمت نہیں کی تو دونوں جہان کا خسارہ ۲۸
علم کو اوڑھنا بچھونا بناؤ ۲۹
وظائفِ نبوت کی کوشش ۲۹
وراثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۳۰
راحت طلبی اور تن آسانی ۳۰
ماٰخذ ومراجع ۳۲

طلبہ، علماء اور اہلِ مدارس سے ایک دردبھری اپیل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَهْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْہُ فَلَا هَادِيَ لَہٗ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا.

أَمَّا بَعْدُ: فَبِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا إِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: الرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ - تَبَارَكَ وَتَعَالٰی - اِرْحَمُوْا مَنْ فِيْ الْأَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِيْ السَّمَاءِ.(رَوَاہُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِيُّ)

وَبِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا إِلَي أَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِي الْحَدِیْثِ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰہِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِيِّ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَحَشَرَنَا فِيْ زُمْرَتِہٖ وَمُحِبِّیْہٖ قَالَ: بَابٌ قَوْلُ اللّٰہِ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَأَنَّ أَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ وَقَوْلَهُمْ یُوْزَنُ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الْقِسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّوْمِیَّةِ وَیُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَأَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ.

حدیث پڑھنا پڑھانا: ایک بہت بڑی سعادت

اللہ تعالیٰ شانُہٗ کا ہم جتنا شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے آج ہمیں ختمِ بخاری شریف کی مجلس میں شرکت کی سعادت نصیب فرمائی، اسی طرح اُس نے امّت کی چند بچیوں کو بھی یہ سعادت عطا فرمائی کہ انہوں نے اپنے اساتذۂ کرام اور اپنی مکرّم معلّمات کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ کر کے بخاری شریف سمیت احادیثِ شریفہ کی مشہور متداول کتب کی تکمیل کی، اساتذۂ کرام اور معلّمات کو بھی اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے یہ شرف عطا فرمایا کہ انہیں ایک ایسے مبارک کام میں مشغول رکھا جس کی برکت سے شانِ صحابیت پیدا ہوتی ہے۔

حضراتِ اساتذۂ کرام احادیثِ شریفہ کی کتب شروع کرنے سے پہلے حدیث شریف پڑھنے کی اغراض بیان کرتے ہیں، ان میں سے ایک غرض یہ ہے کہ جو حدیث پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہوتے ہیں ان میں شانِ صحابیت پیدا ہو جاتی ہے۔

أَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمْ أَهْلُ النَّبِيِّ وَإِنْ
لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهٗ اَنفَاسَهٗ صَحِبُوْا

حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خاص لوگ ہیں،
اگرچہ انہوں نے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ گرامی کی صحبت نہیں پائی، لیکن
انہوں نے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے انفاس (اقوال، افعال اور تقاریر) کی
صحبت پائی ہے۔

حدیث پڑھنے پڑھانے والوں کو اللہ تعالیٰ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ بابرکت کی صحبت حقیقتاً تو نصیب نہیں ہوئی، لیکن چونکہ وہ شب و روز اخلاص اور محبت کے ساتھ احادیثِ شریفہ کے مطالعہ میں مشغول رہتے ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نقل و حرکت، رفتار و گفتار اور افعال و اقوال کو دیکھتے رہتے ہیں اس لئے ان کو مجازاً صحبت نصیب ہوتی ہے جس کا

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک قسم کی مشابہت نصیب ہو جاتی ہے۔

پڑھنا پڑھانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے

میں مدارس میں پڑھنے پڑھانے والوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے ہمیں بغیر کسی استحقاق کے ایک بہت بڑی سعادت نصیب فرمائی ہے، ہم اس لائق نہیں تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کو پڑھتے یا پڑھاتے، لیکن اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے محض اپنے لطف وکرم سے ہمیں بغیر کسی استحقاق کے یہ سعادت نصیب فرمائی، اس لئے ہم سب کے لئے ضروری ہے کہ ہم اس سعادت کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکموں پر عمل کر کے اس نعمتِ عظمیٰ پر عملی شکر بجالائیں، اگر ہم نے یہ کام کرلیا تو بہت بڑی کامیابی ہوگی، اور اگر ہم نہ کر سکے تو بڑی محرومی کی بات ہوگی کہ ہم پورا سال بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف وغیرہ کتب پڑھتے پڑھاتے رہے لیکن جن مضامین کو ہم نے پڑھا اور پڑھایا وہ ہماری زندگیوں میں نہ آسکے، ہمارے اعمال درست نہ ہوسکے، ہمارا باطن اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہو کر اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ نہ ہوسکا، اگر ایسی بات ہے تو واقعی یہ بہت بڑی محرومی ہے۔

تزکیہ کے تین حصّے

میں مدارس کے طلبہ، طالبات اور اپنے علماء دوستوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں، (اکابر میرے مخاطب نہیں ہیں اس لئے کہ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے انہیں علم وعمل دونوں سے نوازا ہے،) میں طلبہ اور اپنے علماء دوستوں سے عرض کر رہا ہوں کہ ہمیں اُس آیت کی طرف توجّہ کرنی چاہیے جو ہم پڑھتے اور سنتے رہتے ہیں:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾ (الشمس:۹)

یقیناً کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا۔

حضراتِ مفسّرین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تزکیہ کے تین حصّے ہیں، جب ان تینوں کی تکمیل ہوجائے گی تب سمجھا جائے گا کہ قلب اور نفس کا تزکیہ ہوگیا ہے اور اب فلاح نصیب ہوگی، تزکیہ کا پہلا حصّہ ہے:

طَهَارَةُ الْقُلُوْبِ عَنِ الْعَقَائِدِ الْفَاسِدَةِ

دلوں کا فاسد عقائد سے پاک ہوجانا۔

دوسرا حصّہ ہے:

طَهَارَةُ النُّفُوْسِ عَنِ الْأَخْلَاقِ الرَّذِيْلَةِ

نفوس کا اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہوجانا۔

نفس حسد سے، کبر سے، کینہ سے، بخل سے، بے صبری سے اور تمام اخلاقِ رذیلہ سے پاک ہوجائے اور تعلّق مع اللہ سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبت سے، تواضع سے، شکر سے اور تمام اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ ہوجائے۔

اور تیسرا حصّہ ہے:

طَهَارَةُ الْأَبْدَانِ عَنِ الْأَنْجَاسِ وَالأَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ[1]

بدن کا نجاستوں سے اور بُرے اعمال سے پاک ہونا۔

بدن کو نجاستِ حقیقیہ اور نجاستِ حکمیہ سے بھی پاک رکھنا ہے اور زنا، شراب، چوری وغیرہ بُرے اعمال سے بھی، جب یہ تین کام مکمل ہوجائیں تب یہ کہا جاسکتا ہے کہ تزکیہ ہوگیا ہے اور اب دونوں جہان میں کامیابی ملے گی۔

میں سب سے پہلے اپنے نفس سے مخاطِب ہوں اس لئے کہ میں خود ان باتوں کا بہت

[1] تفسیر المظهري: ۱۶۸/۲

زیادہ محتاج ہوں، اس کے بعد اپنے عزیز طلبہ و طالبات سے اور علماء دوستوں سے، اور پھر میرے تمام بھائیوں اور بہنوں سے کہ ہم سب کو اس اہم کام کی طرف توجّہ کرنی چاہئے اس لئے کہ تزکیہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے، تزکیہ کے بغیر ہمیں کامیابی نہیں مل سکتی، تزکیہ کے بغیر ہمارا دین مکمل نہیں ہوسکتا، یہ کوئی نفل یا مستحب کام نہیں ہے، بلکہ فرض اور ضروری ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ عمل

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ علمِ نبوت کو پڑھنا پڑھانا ایک بہت بڑی نعمت اور عظیم سعادت ہے جو اللہ تعالیٰ شانُہٗ نے ہمیں بغیر استحقاق کے عطا فرمائی ہے، اور اس نعمت کی قدر یہی ہے کہ ہم جو کچھ پڑھیں اس پر عمل کریں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں جب بھی کوئی حدیث حاصل کی تو اس پر میں نے عمل کیا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تو لاکھوں حدیثیں جمع کی تھیں، ان کے پاس حدیثوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا، پھر بھی آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پاس جمع کی ہوئی تمام حدیثوں پر عمل کیا، ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جس پر عمل نہ کیا ہو، یہاں تک کہ میرا گزر ایک حدیث پر ہوا کہ ”اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پچھنا لگوایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پچھنا لگانے والے صحابی حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کو بطورِ اجرت ایک دینار دیا“ تو میں نے بھی پچھنا لگوایا اور پچھنا لگانے والے کو ایک دینار دیا۔[1]

اہل النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی کامل اور غیر کامل

تو حدیث پڑھنے پڑھانے والے اہل النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، لیکن ان میں کچھ کامل ہوتے ہیں اور کچھ غیر کامل، جو غیر کامل ہوتے ہیں ان کے لئے فضائل کی کوئی guarantee نہیں، بلکہ آخرت میں سوال کا اندیشہ ہے کہ تم پڑھتے پڑھاتے تو تھے لیکن اس کے مطابق

---

[1] تدريب الراوي، ۴/۵۷۴

زندگی نہیں گزارتے تھے، یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے، اور جو کامل ہوتے ہیں ان کے لئے دنیا میں بھی عزّت ہے اور آخرت میں بھی، ان کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دعا کی ہے:

نَضَّرَ اللّٰهُ إِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا[1]

اللہ تعالیٰ سرسبز وشاداب رکھے اس شخص کو جس نے میری بات کو سنا پھر اسے محفوظ کیا اور یاد رکھا اور دوسروں تک اسی طرح پہنچایا جس طرح اس نے سنا۔

اس دعا کی یہ برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ حدیث پڑھنے اور پڑھانے والوں کو دنیا میں بھی سرسبز وشاداب رکھتے ہیں، خوشیاں عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ شانُہٗ انہیں خوشیاں اور سرسبز وشادابی عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قدردانی کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ (آمین)

عالم اور غیرِ عالم کی تلاوت میں فرق

یہ بھی اللہ تعالیٰ شانُہٗ کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ اس نے طلبہ اور علماء کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام کو براہِ راست سمجھ سکتے ہیں، شروحات اور تفسیروں کی مدد سے وہ کلام اللہ اور کلام الرّسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود سمجھ لیتے ہیں، سمجھنے کے لئے وہ کسی اور کے محتاج نہیں ہیں، ایک بہت بڑی حد تک تو عربی متن پڑھتے ہی مطلب سمجھ میں آجاتا ہے، ایک شخص عالم نہیں ہے، اس نے عربی نہیں پڑھی ہے، تفسیر نہیں پڑھی ہے، وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کا ترجمہ رٹ کر یاد کرلیتا ہے، تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پرودگار ہے، اور دوسرا شخص عالم ہے جو 'اَلْ' کے معنی جانتا ہے، 'حَمْد' کے معنی جانتا ہے، 'لام' کے معنی جانتا ہے، 'اللّٰه' کے معنی جانتا ہے، 'رَبّ' کے معنی جانتا ہے، 'اَلْعَالَمِيْن' کے معنی جانتا ہے، اب دونوں تلاوت کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ دونوں کے پڑھنے کی کیفیت

---

[1] مسند البزّار، مسند عمرو بن عوف، ح(۳۴۱۶)

میں بہت بڑا فرق ہوگا، اللہ تعالیٰ شانہٗ کا مجھ پر اور آپ پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے کلام کو اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام کو براہِ راست سمجھنے کی سعادت عطا فرمائی۔

مدارس: دین کے قلعے

دوسری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے مدارس دین کے قلعے ہیں، ان میں دین کی حفاظت ہوتی ہے، اگر یہ مدارس نہ ہوتے اور علماء تیار کرنے کا یہ سلسلہ جاری نہ رہتا تو ہمارے دین میں بھی تحریف داخل ہو جاتی اور پتا نہیں دین کیا سے کیا ہو جاتا! ان مدارس میں دین کی حفاظت ہوتی ہے، اساتذۂ کرام اپنے طلبہ تک دین کو اسی شکل میں منتقل کر دیتے ہیں جس شکل میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں تھا، ہم نے جن اساتذۂ کرام سے پڑھا، ان تک یہ دین ان کے اساتذہ نے اسی شکل میں پہنچایا جس شکل میں وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں تھا، اور ان تک ان کے اساتذہ نے اسی شکل میں پہنچایا، اور ان تک ان کے اساتذہ نے، یہ سلسلہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے۔

مدرسہ کسی عمارت کا نام نہیں ہے

مدرسہ کسی عمارت کا نام نہیں ہے، جہاں کہیں دو آدمی بیٹھ جائیں، ایک پڑھائے اور دوسرا پڑھے، یہ مدرسہ ہے، اور یہ سلسلہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور سے چلا آ رہا ہے، سب سے پہلے معلّم خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے براہ راست شاگرد ہیں، اور جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ ہر معلّم اس کوشش میں لگا رہا کہ میرے پاس جتنا علم ہے وہ سارا کا سارا میں اپنے مرنے سے پہلے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچا دوں، اور ہر متعلّم میں یہ جذبہ نظر آتا ہے کہ میرے بڑوں کے آخرت کی طرف کوچ کرنے سے پہلے ان کے پاس جو کچھ ہے اسے میں لے لوں، ہمارے اسلاف اور اکابر کی زندگیوں میں ہمیں یہی نظر آتا ہے۔

ہمارے اسلاف اور ہم میں فرق

اسی لئے میں طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ ہمارے اسلاف اور ہم میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ ہمارا ایک پڑھنے کا دور ہوتا ہے پھر اس کے بعد پڑھانے کا دور آتا ہے؛ پہلے پڑھنے کا زمانہ ہوتا ہے پھر فارغ ہوجانے کے بعد پڑھانے کا، لیکن جب ہم اپنے اسلاف کی زندگیوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ پہلا مرحلہ پڑھنے کا ہوتا تھا اور اس کے بعد والا مرحلہ پڑھنے اور پڑھانے دونوں کا، ان کی طالبِ علمی کا دور کبھی ختم نہیں ہوتا تھا، جب انہیں ان کے بڑوں کی طرف سے پڑھانے کی اجازت مل جاتی تھی تو وہ ایسا نہیں سوچتے تھے کہ اب ہم فارغ ہوگئے لہٰذا پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہیں، بلکہ انہیں یہ احساس تھا کہ اب ہمارے ذمّے دو کام ہیں؛ پڑھنا اور پڑھانا، اور یہ سلسلہ کب تک رہتا تھا؟ موت تک۔

متقدّمین میں حصولِ علم کا جذبہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا:

إِلٰى مَتٰى تَطْلُبُ الْعِلْمَ؟

کب تک حصولِ علم میں لگے رہو گے؟

آپ نے فرمایا:

حَتّٰى الْمَمَاتِ [1]

اس مشغلے میں موت تک رہوں گا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا:

[1] جامع بیان العلم وفضلہ، ص: ۳۳۹

مَعَ الْمِحْبَرَةِ إِلَى الْمَقْبَرَةِ[1]

حصولِ علم کے لئے قلم اور دوات کے ساتھ مشغولی قبر تک رہے گی۔

ہمارے اسلاف کا پڑھنے اور پڑھانے کا سلسلہ موت تک رہتا تھا، پڑھاتے بھی تھے اور پڑھتے بھی تھے، اپنے چھوٹوں کو پڑھاتے تھے اور اپنے بڑوں کے پاس جا کر ان سے پڑھتے تھے۔

ہماری ایک غلطی

اللہ ہمیں معاف فرمائیں، ہمارا مزاج کچھ ایسا بنتا چلا جا رہا ہے کہ فارغ ہونے کے بعد اب ہمیں صرف دینا ہے، لینا نہیں ہے، اگر لینا ہے تو صرف ان بزرگوں سے جو انتقال کر چکے ہیں، یہ کتنی بُری بات ہے کہ ہم اپنے بڑوں سے مستغنی ہو جاتے ہیں، صرف اس شہر کی مثال لے لیجئے، یہاں علماء کی بہت بڑی تعداد ہے، ایسے علماء بھی ہیں جو حدیث، تفسیر، فقہ اور علومِ عالیہ میں مہارت رکھتے ہیں، ان کا شمار ملکی سطح پر بڑے علماء میں ہوتا ہے، چھوٹوں کو چاہئے کہ ایسے حضرات سے استفادہ کریں، ان سے اجازت لے کر ان کے گھر پر جائیں، مسجدوں میں ان کے دروس میں شرکت کریں، اور موقع ہو تو دار العلوم میں ان کے درس میں بھی جا کر بیٹھیں۔

امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ حصولِ علم

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بڑوں سے لینے اور چھوٹوں کو دینے کا اسلاف میں ایک جذبہ تھا، اور بڑے چھوٹے عمر کے اعتبار سے نہیں، بلکہ علم کے اعتبار سے، بخاری شریف میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلی حدیث امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی ہے، یہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے محبوب استاذ تھے، امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] مناقب الإمام أحمد، ص: ۵۵

دونوں مکّی اور قریشی ہیں، یہ دونوں محدثین کے پاس حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے ایک ساتھ جایا کرتے تھے اس لئے ایک دوسرے کے ساتھی بھی ہیں، لیکن چونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فقہ کا شروع ہی سے خاص ذوق اور ملکہ عطا فرمایا تھا اس لئے فقہ سیکھنے کے لئے امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر انتخاب اپنے ساتھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی، انہوں نے ان سے فقہ پڑھنا شروع کیا اور ایسے والہانہ انداز سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ لگے رہے کہ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر گئے تو امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہجرت کر کے ساتھ گئے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک وہیں رہے، وفات کے بعد امام حمیدی رحمۃ اللہ علیہ واپس مکّہ مکرّمہ لوٹے۔

ہم نفسانیت کے شکار ہو گئے

اصل میں وہ دور ہی تزکیہ کا تھا، ان کے نفوس پاکیزہ تھے، وہاں نفسانیت نام کی کوئی چیز نہیں تھی، ان کے پیشِ نظر صرف آخرت تھی، صرف یہ سوچ تھی کہ مجھے یہ کام اپنی آخرت کے لئے کرنا ہے، اسی وجہ سے ساری رُکاوٹیں دور ہو جاتی تھیں، یہ جذبہ ہوتا تھا کہ مجھے یہ کام اپنی آخرت بنانے کے لئے کسی بھی صورت میں کرنا ہے اس لئے سارے حجاب ایک لمحے میں دور ہو جاتے تھے، آج ہمارے اندر نفسانیت غالب ہو گئی ہے اس لئے بہت سے پردے حائل ہو جاتے ہیں، ہمیں اپنے مرتبے کی ہر وقت فکر لگی رہتی ہے کہ فلاں سے استفادہ کروں گا یا مشورہ کروں گا تو میں چھوٹا ہو جاؤں گا۔

مدارس میں دین کی حفاظت ہوتی ہے

بہر حال میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ مدارس میں دین کی حفاظت ہوتی ہے، اگر یہ مدارس نہ ہوتے، یہ علماء اور طلبہ کا پڑھنا پڑھانا نہ ہوتا تو آج دین اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہ رہتا، ان مدارس کی برکت سے الحمد للہ دینی علوم محفوظ ہیں، ایک شوشہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوا، ایک نقطہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوا، ایک زبر زیر کا بھی فرق نہیں ہوا، اور جائز ناجائز اور حلال حرام میں

بھی کوئی فرق نہیں آیا، یہ علماء اور طلبہ کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد آج بھی الحمدللہ، اسلام کے بارے میں کوئی ایسا سوال نہیں ہے جس کا مسلمانوں کے پاس جواب نہ ہو، دنیا کے کسی نہ کسی خطے میں کوئی ایسا عالم ضرور ہوگا جو اسلام پر ہونے والے اعتراض کا جواب دے سکے گا، دنیا ایسے علماء سے یا ایسے عالم سے کبھی خالی نہیں رہی جو اسلام پر وارد ہونے والے کسی اعتراض کا جواب نہ دے سکے، ایک عالم جواب نہیں دے سکے گا تو دوسرا، وہ بھی جواب نہیں دے سکے گا تو کوئی اور عالم، چلتے چلتے ایسا عالم ضرور ملے گا جو اس اعتراض کا تشفی بخش جواب دے گا اس لئے کہ اس دین کی حفاظت کی ذمّہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے۔

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر:۹)

بیشک ہم ہی نے یہ ذکر (یعنی قرآن) اتارا ہے اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ میں قرآن اور قرآنی علوم کی حفاظت کروں گا، اور حفاظت کا یہ وعدہ مدارس کے ذریعے پورا کیا جا رہا ہے، ان مدارس میں علماء تیار ہوتے ہیں، چھ سال یا آٹھ سال یا دس سال میں ان طلبہ میں علمی اور فکری استعدادیں پیدا کی جاتی ہیں۔

علمی استعداد

مدرسے میں یہ دو استعدادیں پیدا کی جاتی ہیں؛ علمی اور فکری، علمی استعداد کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے علوم کو سمجھنے کی صلاحیت ہو، جائز اور ناجائز، حلال اور حرام سے اچھی طرح واقفیت ہو، اور جہاں واقفیت نہ ہو وہاں I think (مجھے لگتا ہے...) کے بجائے لَا اَعۡلَمُ (مجھے معلوم نہیں)، لَا اَدۡرِيۡ (میں نہیں جانتا) کہنے کی ہمّت اور جرأت ہو، جو چیز معلوم ہوتی ہے اسے ڈنکے کی چوٹ بتلاتا ہو کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز ہے، یہ حلال ہے اور یہ حرام

ہے، اور جہاں معلوم نہیں ہوتا وہاں یہ ہمت ہوتی ہے کہ لَا اَدْرِیْ کہے، یہ بھی علمی پختگی کا ایک حصّہ ہے۔

میرے بھائیو! مدارس میں یہ استعداد پیدا کی جاتی ہے کہ بڑے سے بڑا عالم یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتا کہ مجھے معلوم نہیں، تو علمی پختگی اتنی ہو کہ اگر معلوم ہے تو بلا خوف بتلائے اور اگر معلوم نہیں ہے تو لَا اَدْرِيْ کہے اور ایسے آدمی کی طرف رجوع کرنے کو کہے جسے معلوم ہو یا خود معلوم کر کے رہنمائی کرے۔

فکری استعداد

اس کے ساتھ فکری، نظریاتی اور اعتقادی پختگی اتنی پیدا ہو جاتی ہے کہ اسلاف کے واسطے سے دین جس شکل میں ہم تک پہنچا ہے اس میں ذرّہ برابر compromise (سمجھوتا) نہیں کرتا، چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اہلُ السنۃ والجماعۃ کے عقائد، نظریات اور ان کا جو طریق اور منہج ہے اس سے وہ ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، چھ سال میں اتنی پختگی پیدا ہو جاتی ہے کہ کفر و الحاد کے بڑے سے بڑے طوفان کے باوجود ان کے ایمان و اعتقاد اور افکار و نظریات میں جُنبش نہیں آتی۔

تیسری استعداد: جذبۂ عمل

اور ایک تیسری استعداد بھی پیدا کی جاتی ہے اور وہ ہے جذبۂ عمل، ہر حال میں یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو مقدّم رکھتے ہیں چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

تو ایک استعداد ہے حروف و نقوش والی، دوسری استعداد ہے فکر و اعتقاد والی، اور تیسری استعداد ہے عمل والی، طالبِ علم جب ان تین استعدادوں میں پختگی حاصل کر لیتا ہے تو اس

میں ایسی دینی حمیّت وغیرت پیدا ہوجاتی ہے کہ اگر دین پر تھوڑا سا بھی قدغن آتا ہے تو اس کی راتوں کی نیند حرام ہوجاتی ہے، اور اس کا ضمیر پکار پکار کر کہتا ہے:

أَيَنْقُصُ الدِّيْنُ وَأَنَا حَيٌّ[1]

کیا میرے زندہ رہتے ہوئے دین میں کمی آسکتی ہے؟

میں زندہ ہوں اور دین میں کمی آئے؟ لوگ دین سے دور ہوجائیں؟ ناجائز کو جائز کہا جانے لگے؟ غلط نظریات اور فاسد عقائد کا چرچا ہو؟ نہیں، یہ نہیں ہوسکتا۔

دین کا دفاع ہمیشہ علماء نے کیا

اسی لئے چودہ سو سال کی تاریخ اُٹھا کر دیکھئے کہ دین پر جب بھی حملہ ہوا، چاہے عقیدے کی لائن سے، نظریات کی لائن سے یا عمل کی لائن سے، تو مقابلہ صرف علماء نے کیا، بیچارے عوام کو تو پتا بھی نہیں چلتا اس لئے کہ ان کے پاس اتنا علم نہیں ہوتا، انہیں تو علماء بیدار اور متوجّہ کرتے ہیں، علماء بتلاتے ہیں کہ دین میں یہ فتنہ پیدا ہورہا ہے، بعض عوام تو شروع شروع میں ایسا بھی کہتے ہیں کہ علماء خواہ مخواہ اختلاف پیدا کررہے ہیں، اُمّت کو unity (اتحّاد) کے ساتھ نہیں رہنے دیتے، لیکن علماء پھر بھی پیچھے نہیں ہٹتے، پرایوں کی مخالفت برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنوں کی بھی گالیاں سنتے ہیں، میرے بھائیو! لوگوں کو صحیح دین بتلانا اور گمراہی سے بچانا اختلاف کی بات نہیں ہے، غلط کو غلط بتلانا تو علماء کی ذمّہ داری ہے۔

حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قیمتی ملفوظ

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ علماء لوگوں کو کافر بناتے ہیں۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

---

[1] مشكاة المصابيح، كتاب المناقب، باب مناقب أبي بكر، ح(۶۰۳۴)

تھے کہ علماء کسی کو کافر بناتے نہیں ہیں، علماء تو صرف انہیں کافر بتاتے ہیں، لوگ اپنے غلط نظریات کی وجہ سے کافر تو خود بنتے ہیں، اب علماء کیا کریں؟ یہ تو ان کی ذمّہ داری ہے کہ جب کوئی کافر ہوجائے تو اُمّت کو بتلائیں کہ یہ شخص کافر ہوگیا ہے۔[1] اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم سب کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

تو مدرسے میں پڑھنے سے یہ استعدادیں الحمدللہ پیدا ہوتی ہیں، اب فراغت کے بعد مدارس کے فضلاء کو چاہئے کہ وہ اس بات کی محنت کریں کہ علمی اور فکری، دونوں استعدادیں پختہ رہیں اور مزید پختہ ہوتی چلی جائیں اور جذبۂ عمل بھی مستحکم رہے، اور اس کے ساتھ یہ فکر بھی رہے کہ نبوی تعلیمات دنیا میں بسنے والے ہر انسان تک پہنچے تاکہ وہ دنیا اور آخرت کی سُرخروئی حاصل کرسکے، یہ چاہت ہو کہ اپنے اور پرایے سب دونوں جہان کی کامیابی حاصل کرلے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ[2]

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لگاتار غموں والے دائمی فکر والے تھے۔

یہ لگاتار غم اور دائمی فکر ہمیں اپنے تمام اکابر کی زندگیوں میں ملتی ہے۔

مدرسے کے مقاصد پیشِ نظر رہیں

یہاں پر ایک اور بات بھی عرض کردوں کہ یہ جو پورے ملک میں مدارس کا اور تعلیم وتعلّم کا ایک ماحول بن رہا ہے اور جگہ جگہ دینی مدارس وجود میں آرہے ہیں، چاہے بورڈنگ کے ساتھ ہوں یا بغیر بورڈنگ کے، چاہے فُل ٹائم (full time) ہوں یا صرف پارٹ ٹائم

---

[1] انعام الباری، ۱/ ۳۱۷

[2] الشمائل المحمدية، باب كيف كان كلام رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، ح(۲۲۵)

(part time)، یہ بڑی خوشی کی بات ہے، ماشاءاللہ، علماء علمی محنت کر رہے ہیں اور طلبہ و طالبات بھی پڑھنے میں لگے ہوئے ہیں، لیکن جو حضرات مدرسہ چلا رہے ہیں ان کو مدارس کے اِن مقاصد کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے، اس لئے کہ مدارس کے ان مقاصد کو پیشِ نظر رکھے بغیر اگر یہ مدارس چلتے رہے تو ہوسکتا ہے کہ مستقبل میں ہمارے انہی مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء اور فاضلات دین کی ترقّی کے بجائے دین کی تنزّلی کا سبب بنیں، اور اس کا ہمیں ابھی نہیں، بلکہ بیس، تیس سال کے بعد احساس ہوگا۔

ختمِ بخاری شریف میں شرکت کی وجہ

میرے بھائیو! آخری حدیث پر کچھ عرض کرنے کا ارادہ تھا، یہاں آتے ہوئے ذہن میں یہ باتیں نہیں تھیں، بات کرتے کرتے آگئیں تو عرض کر دیں، ویسے بھی علمی تقریر تو اربابِ علم کا کام ہے، میں تو ایک معمولی طالبِ علم ہوں، دوستوں کا اصرار ہوتا ہے اس لئے بخاری شریف کے ختم میں اس نیّت سے شرکت کر لیتا ہوں کہ اساتذہ اور بچیوں کی کئی مہینوں کی محنت کی برکات مجھ کو بھی نصیب ہوجائیں، اور یہ بھی خیال آتا ہے کہ لوگ حسنِ ظن سے بلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے حسنِ ظن کو ان شاء اللہ قبول فرمالیں گے، ورنہ میں تو صاف اعتراف کرتا ہوں کہ میں شیخ الحدیث نہیں ہوں، میں تو بخاری شریف سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، بچوں کو پڑھانے کے بہانے بخاری شریف پر ہر سال ایک نظر ہوجاتی ہے، اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔

ایسے لوگوں کو عالم کا لقب مت دیجئے

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ مدارس جتنے زیادہ کھلیں اچھا ہے، ہم تو مدرسے کے لوگ ہیں اس لئے یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص علم کی طرف آئے، علم کی ترغیب میرا خاص موضوع رہا ہے اور اس پر میں بہت زور دیتا ہوں، لیکن ان تین مقاصد کی رعایت بہت ضروری ہے کہ علمی

استعداد پختہ ہو،فکرونظرصحیح ہواورطالبِ علم اس جذبے کو لے کر نکلے کہ مجھے دین پر چلنا ہے اور دین کی حفاظت اوراشاعت کرنی ہے۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ پڑھنے کے بہانے لڑکے یا لڑکیاں کم سے کم دوتین گھنٹے اچھے ماحول میں رہیں،تو بھائی! آپ کا جب یہی مقصد ہے اوران کو عالم یا عالمہ بنانا مقصد ہی نہیں ہے تو پھر عالم کی سند کیوں دے رہے ہیں؟ جب ان کو اچھے ماحول میں رکھنا ہی آپ کا مقصد ہے تو ٹھیک ہے، ان کے لئے ان کے مناسب کوئی دوسرا نصاب تیار کرواوران کے لئے عالم اور عالمہ کے بجائے کوئی دوسرا title (لقب) تجویز کرو۔

کئی جگہوں پر سَنَتَیْن (دوسالہ) کورس ہے جس میں طالبات کی ضرورت اوران کی استعداد کے مطابق دوسال تک تفسیر،حدیث، فقہ، سیرت وغیرہ مضامین پڑھائے جاتے ہیں،طلبہ کے لئے بھی ایسا انتظام کیا جا سکتا ہے، اب ظاہر ہے کہ جوطلبہ وطالبات اس کورس میں داخلہ لیں گے، وہ علم بھی حاصل کریں گے، اچھے ماحول میں بھی رہیں گے اوروہ اپنے آپ کو عالم یا عالمہ بھی نہیں سمجھیں گے، ایسی صورت میں وہ کسی غلط بات پر علماء یا عالمات کے خلاف حجّت بازی بھی نہیں کرسکیں گے۔

دوباتوں میں سے صرف ایک کا اختیار

توہمارے پاس دوباتوں میں سے صرف ایک کا اختیار ہے؛ یا تو ہم تعلیم کے معیار کو بلند کریں،کم ازکم average (متوسّط) درجے کا معیارتو ہوکہ طالبِ علم عبارت پڑھ سکے، عبارت کا ترجمہ کرسکے،صحیح مطلب بیان کرسکے، اسلاف والی صحیح فکرونظر کا حامل ہو،اوراس میں دینی حمیت وغیرت بھی ہو، اگر ایسا نہیں ہے اور یہ ضروری استعداد یں پیدا نہیں ہورہی ہیں تو پھر دوسرا اختیار یہی رہ جاتا ہے کہ پڑھاؤلیکن کورس کو عالم کورس مت کہو اورفارغ ہونے والے طلبہ وطالبات کو عالم اور عالمہ کے بجائے کوئی دوسرا لقب دو۔

حقیقی علم

یہ بیچ میں کچھ دوسری باتیں ضمناً آ گئیں ورنہ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ شانُہٗ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے ہمیں یہ سعادت عطا فرمائی کہ ہم direct (بلا واسطہ) قرآنِ مجید اور احادیثِ شریفہ سے استفادہ کر سکتے ہیں، یہ کتنی بڑی سعادت ہے، اس بات کی طرف مدارس کے طلبہ اور فضلاء خاص توجّہ کریں، آج جو فارغ ہونے والی ہماری بچیاں ہیں وہ بھی توجّہ کریں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنا بڑا اعزاز دیا ہے۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ علماءِ محقّقین کا اس بات پر اتّفاق ہے کہ علوم کہلائے جانے کے قابل یہی علوم ہیں جو مدرسوں میں پڑھائے جاتے ہیں، باقی جتنی چیزیں ہیں وہ فنون ہیں، جو مضامین آخرت کی فکر دلائیں اور اس کی کامیابی کی طرف رہنمائی کریں وہ علم ہے اور جو مضامین صرف دنیا میں کام آئیں جیسے طب (medicine)، وہ علم نہیں بلکہ فن اور ہنر ہیں۔

علم اور فن کے متعلّق ایک اہم بات

کالج اور یونیورسٹی میں جتنے مضامین پڑھائے جاتے ہیں وہ فنون ہیں، اور یہ فنون علمِ نبوّت کے خادم ہیں اس لئے کہ فنون صرف اس دنیوی زندگی کی کامیابی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور علمِ نبوّت دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اب اگر مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ اور طالبات کے دلوں میں علمِ نبوّت سے زیادہ ان فنون کی عظمت ہو تو یہ کتنے افسوس کی بات ہے! اگر علمِ نبوّت سے بہرہ ور ہونے کے بعد بھی کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ میں ابھی تک ناقص ہوں اس لئے کہ میرے پاس کوئی ڈگری (degree) نہیں ہے تو یہ کتنا بڑا المیہ ہے!

میرے بھائیو! میرے دل میں یہ ایک درد ہے، اگر کوئی غیرِ عالم علم کی قدر نہ کرے تب

بھی دُکھ کی بات ہے کہ مؤمن ہوکر علمِ نبوّت کی قدر نہیں کرتا،لیکن ایک طالبِ علم طالبِ علمی کے زمانے میں علمِ نبوّت سے زیادہ فنون میں محنت کرے یا ایک عالم فاضل کے دل میں ان فنون کی عظمت اس قدر ہو کہ علمِ نبوّت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی اپنے کو ناقص اور ان فنون کا محتاج سمجھے، یہ میرے بھائیو! بہت ہی زیادہ دُکھ کی بات ہے۔

دین کی خدمت کون کرے گا؟

بہت سے طلبہ آج کل مدارس میں اس لئے داخلہ لے رہے ہیں کہ مدرسے کا فلاں یونیورسٹی کے ساتھ فلاں کورس میں معادلہ ہوا ہے، اگر مدرسے کی سند لے کر جائیں گے تو ڈگری کے فلاں سال میں داخلہ مل جائے گا،کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ماں باپ نیک ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا بیٹا دین کا خادم بنے، ہمارا بیٹا وارثِ نبی بنے،تو ان کا بچّہ چھ سال ماں باپ کو خوش کرنے کی غرض سے پڑھتا ہے،فراغت کے بعد وہ یونیورسٹی کا رخ کرتا ہے اور اسی کا ہوکر رہ جاتا ہے۔

میرے عزیزو! تعلیم (education) چاہے دینی ہو یا دنیوی، ہر ایک مفید ہے، کوئی کم کوئی زیادہ،لیکن مفید ضرور ہے، میں دنیوی تعلیم کی افادیت کا انکار نہیں کر رہا ہوں، ہمیں اچھے مسلم ڈاکٹر چاہیئے، اچھے مسلم وکلاء چاہیئے، اچھے مسلم ٹیچر چاہیئے، اگر کوئی اپنے دین وایمان کی حفاظت کرتے ہوئے دنیوی تعلیم کی راہ اختیار کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، مجھے شکوہ صرف اس بات کا ہے کہ اگر دینی علوم کے طلبہ اور فضلاء اپنے میدان میں مہارت حاصل کرنے کے بجائے دوسرے میدانوں کے ہوکر رہ جائیں گے تو دین کی خدمت کون کرے گا؟ اور اگر یہ سلسلہ چلتا رہا تو علماء کو ڈھونڈنے کے لئے اُمّت کہاں جائے گی؟ اگر فراغت کے بعد ہر عالم یونیورسٹی اور کالج کا کورس کر کے اسی field (میدان) میں لگ گیا تو ہمارے ان مدارس میں کون پڑھائے گا؟ ہمارے ان مکاتب میں کون پڑھائے گا؟

ہماری مساجد میں امامت کون کرائے گا؟ عوام کو کون سنبھالے گا؟

بہت بڑی نعمت کی ناشکری

میرے بھائیو! تھوڑی دیر کے لئے فرض کرو کہ اگر پورے ملک کے medicine (طب) پڑھ کر فارغ ہونے والے ڈاکٹر حضرات کا ایسا ذہن بن جاوے کہ طب کی سند لے کر lawyer (وکیل) بننا ہے اس لئے کہ lawyer (وکیل) کے لئے کمانے کی opportunies (مواقع) زیادہ ہیں اور اس میں عزّت بھی زیادہ ہے، اب جو بھی ڈاکٹر بنتا ہے وہ فراغت کے بعد وکالت کی طرف جاتا ہے، تو بیس پچیس سال کے بعد ہسپتالوں میں کون خدمت کرے گا؟ دواخانوں کو کون سنبھالے گا؟

میرے بھائیو! اس قسم کی غلطیوں کے انجام کا پتا کئی سالوں کے بعد چلتا ہے، اور جب پتا چلتا ہے اس وقت معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہوتا ہے کہ پھر اس کا علاج اور اس کی اصلاح ممکن نہیں ہوتی، آج کل ہمارے ذہین ذہین طلبہ اور فضلاء کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم کو ترجیح دے رہے ہیں اور ڈگریاں حاصل کر کے اسی field (میدان) میں مشغول ہو رہے ہیں، ایسی صورتِ حال میں اُمّت کو اچھے اچھے علماء کہاں سے ملیں گے؟

میرے بھائیو، میری بہنو، میرے بچو، میری بچیو! میری اس وقت یہ گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہمیں بہت بڑی دولت عطا فرمائی ہے، اس کی ہمیں قدر کرنی چاہئے اور فارغ ہونے کے بعد اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر زندگی گزارنی چاہئے، میں بہت دردِ دل سے کہہ رہا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنی بڑی دولت سے نوازا ہے تو ہم اس سے کیوں اعراض کریں؟ یہ اس نعمت کی ناشکری ہوگی، ہماری تو یہ حالت ہونی چاہئے تھی کہ ہم نہ دائیں دیکھتے نہ بائیں، نہ آگے نہ پیچھے، ہم کسی چیز کی طرف متوجّہ ہی نہ ہوتے، بس اسی دولت کو بڑھاتے رہتے اور لُٹاتے رہتے اور خوش ہوتے کہ الحمد للہ، مجھے ایک بہت بڑی دولت اللہ تعالیٰ نے

عطا کی ہے، اسی میں میری ترقّی ہے، اسی میں میرا سکون ہے، اسی میں میری عزّت ہے اور اسی میں دونوں جہان کی کامیابی ہے۔

ہارون رشید اور یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کی دلچسپ گفتگو

خلیفہ ہارون رشید نے ایک دن حضرت یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

مَا أَنْبَلُ الْمَرَاتِبِ؟

سب سے اونچا مرتبہ کیا ہے؟ سب سے زیادہ فضیلت و شرافت کا مقام کیا ہے؟

یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَا اَنْتَ فِيْهِ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اے امیر المؤمنین! جس پر آپ فائز ہیں۔

یہ جواب چاپلوسی یا تملّق کے طور پر نہیں تھا اس لئے کہ یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے محدّث اور اللہ کے برگزیدہ بندے تھے، انہوں نے ایک مبنی برحقیقت بات کہی تھی، ان کے ذہن میں آیا ہوگا کہ خلیفہ ہارون رشید حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خاندان سے تعلّق رکھتے ہیں، پوری مملکتِ اسلامیہ کے نگراں ہیں، بلکہ تمام علماء کو وظیفہ دیتے ہیں، تمام مساجد اور مدارس کی سرپرستی کرتے ہیں، رعیت کے ہر فرد کی دیکھ بھال کرتے ہیں، پھر مملکتِ اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں، تو جو خدمت یہ انجام دے رہے ہیں وہ کوئی نہیں کر رہا ہے، اس لئے یہ کہا کہ سب سے زیادہ عزّت والے آپ ہیں اور سب سے اونچا مرتبہ آپ کا ہے۔

اس پر ہارون رشید نے کہا کہ میری نظر میں مجھ سے بھی زیادہ عزّت والا اور شرافت والا وہ مدرس ہے جو مسجد یا مدرسے کے کسی کونے میں طلبہ کے حلقے میں حَدَّثَنَا فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں مشغول ہے۔ حضرت یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ

نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی نسبت رکھتے ہیں اور آپ امیر المؤمنین ہیں، اللہ آپ سے اتنا بڑا کام لے رہے ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں کہ ایک عالم جو ایک کونے میں بیٹھ کر طلبہ کو حدیث پڑھا رہا ہے وہ آپ سے بہتر ہے؟ اس پر ہارون رشید نے کہا:

نَعَمْ وَيْلَكْ! هٰذا خَيْرٌ مِنِّيْ

جی ہاں، تم پر افسوس ہے! وہ مجھ سے بہتر ہے۔

لِأَنَّ اسْمَهٗ مُقْتَرِنٌ بِاسْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّم

اس لئے کہ اس کا نام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے ملا ہوا ہے۔

لَا يَمُوْتُ أَبَدًا، نَحْنُ نَمُوْتُ وَنَفْنٰى

وہ کبھی نہیں مرے گا، ہم لوگ مرجائیں گے اور فنا ہو جائیں گے۔

جی ہاں، حدیث پڑھانے والے کا نام زندہ جاوید رہے گا اس لئے کہ حدیث کی سند میں اس کے نام کا تذکرہ قیامت تک باقی رہے گا۔[1]

علماء کی قدر کیجئے

میرے بھائیو! ہمارے یہ علماء قابلِ قدر اور قابلِ احترام ہیں، آپ ان کا احترام کیجئے اور ان کی قدر کیجئے، چاہے وہ خدمتِ قرآن میں مشغول ہوں یا خدمتِ حدیث میں، آپ قرآن اور حدیث کی نسبت کے احترام میں ان کا اکرام کیجئے، اگر آپ ایسا کریں گے تو ان شاء اللہ آپ کا بیڑا پار ہوگا، آپ کی اولاد اور نسلوں میں دین اور علمِ دین کے خدام پیدا ہوں گے۔

---

[1] مختصر تاریخ دمشق: ۲۷/۱۳

میرے والد مرحوم کا اہتمام

ہمارے طلبہ جب کسی کی ترقّی دیکھتے ہیں تو انہیں جستجو ہوتی ہے کہ وہ کیا بات ہوگی جس کی وجہ سے ان کی ترقی ہوئی، وہ چاہتے ہیں کہ انہیں معلوم ہو جائے تاکہ وہ بھی اس کو اختیار کر سکیں، تو میں کہا کرتا ہوں کہ میری بظاہر جو کچھ ترقّی آپ حضرات کو نظر آتی ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم، اہلِ علم، مدارس اور مشائخ کا بہت احترام کرتے تھے، علماء اور مشائخ کی نہ کبھی غیبت کرتے تھے نہ سنتے تھے، اگر کوئی شخص کسی عالم یا کسی بزرگ کے بارے میں کوئی غلط بات بولتا تھا تو برداشت نہیں کر سکتے تھے، اہلِ علم اور مشائخ کا بہت اکرام کرتے تھے، ان کی موجودگی میں ٹیک لگا کر نہیں بیٹھتے تھے، ابھی تک وہ مناظر میری آنکھوں کے سامنے ہیں کہ جب ان کی عمر تقریباً ستّر سال کی ہو چکی تھی اس وقت بھی وہ پچیس، تیس، چالیس سال کی عمر کے علماء کے ساتھ احترام کی وجہ سے چھوٹوں کی طرح پیش آتے تھے، صرف اس وجہ سے کہ یہ اہلِ علم ہیں، میں جب مشکوٰۃ شریف پڑھنے لگا تو اس کے بعد میری موجودگی میں بات کم کرتے تھے، مہمانوں کے ساتھ مجھے بات کرنے دیتے تھے، آپ بھی علماء کا احترام کیجئے، ان شاء اللہ آپ کے اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو علم و عمل سے بہرہ ور کریں گے اور ان سے دین کا کام لیں گے۔

مادرِ وطن میں ہمارا حال

عرض یہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے کہ اس نے مجھے اور آپ کو اس علم کے ساتھ وابستہ کر دیا، میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں پیدا ہوا تھا، ہمارے ابّا کے پاس ہمارے لئے ربڑ (rubber) کی دو پٹی والی چپّل خریدنے کے لئے بھی پیسے نہیں ہوتے تھے، سال میں عیدالفطر کے موقع پر ایک جوڑی چپل خرید کر ہمیں دیتے تھے، عید کے دن ہم پہنتے تھے اور پھر ہماری والدہ دھو کر عیدالاضحیٰ کے لئے حفاظت سے رکھ

دیتی تھیں، ہم ننگے پاؤں ہی رہتے تھے، دوبارہ عید الاضحیٰ کے موقع پر پہنتے تھے اور پھر اس وقت تک پہنتے رہتے تھے جب تک وہ قابلِ استعمال رہتی، اُس میں کانٹے بھی چُبھتے تھے اس لئے کہ ربڑ کی ہوتی تھی۔

ابھی ہمارا ہندوستان کا سفر ہوا تو میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ یہ ہمارا اسکول ہے اور وہاں ہمارا گھر، اور یہاں ایک بہت بڑا درخت تھا، جون جولائی کی گرمی میں دوپہر کو اسکول سے نکلتے تھے تو تپتی ہوئی زمین پر ننگے پاؤں چلنا مشکل ہوتا تھا، ہم اسکول سے اس درخت تک دوڑ لگاتے تھے اور اس کے سایے میں تھوڑی دیر کھڑے رہتے تھے، پھر وہاں سے آگے دوسرے درخت تک، اس طرح گھر پہنچتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان

یہ ہماری حالت تھی فقر اور غربت والی، عملی اعتبار سے، تقوے کے اعتبار سے، علمی اعتبار سے، ہر اعتبار سے کمزور، مگر غیر مستحق ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مشغول کیا، یہ کتنا بڑا احسان ہے! اس لئے فارغ ہونے والے طلبہ اور طالبات کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ آپ اس علم کی قدر کریں اور اسی کی خدمت کو اپنا مشغلہ بنائیں۔

اسکول اور مدرسہ دونوں میں اوّل نمبر

میں جب ہندوستان میں تھا تو اسکول میں بھی الحمد للہ اوّل نمبر سے پاس ہوتا تھا اور مدرسے میں بھی، پھر میں یہاں منتقل ہوا، جب یہاں آیا تو انگریزی کی A,B,C,D بھی نہیں جانتا تھا، ہماری رسائی صرف دیہاتوں تک تھی، کبھی کبھار نوساری گئے ہوں گے، سورت بھی ہم نے پہلی مرتبہ اس وقت دیکھا جب برطانیہ کا سفر ہوا اور بمبئی جاتے ہوئے وہاں سے ہمارا گزر ہوا، تو یہاں آکر A,B,C,D سے شروع کیا، پھر یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے

فضل فرمایا اور اسکول میں اوّل نمبر سے پاس ہونے لگے، اسکول اور مدرسہ دونوں میں اچھے جا رہے تھے، یہ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء کی بات ہے جب اسکول میں بھی ہم لوگ breaktime میں آپس میں اپنی مادری زبان ہی میں بات چیت کیا کرتے تھے۔

میں نے تو سلیم کو اپنی آخرت کے لئے طے کر لیا ہے

اُس وقت مسلمانوں کے مستقبل کی فکر رکھنے والے لوگ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سمجھاتے تھے کہ مسلمانوں کو professionals (جدید تعلیم یافتہ حضرات) کی بھی ضرورت ہے، آپ کا بچّہ ذہین ہے اور اوّل نمبر سے پاس ہوتا ہے، اسے آگے بڑھاؤ، مگر میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے اس کو اپنی آخرت کے لئے طے کر لیا ہے۔ لکھنؤ کے ایک بیرسٹر (barrister) صاحب تھے جو ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس وقت انگلینڈ کے بڑے بیرسٹروں میں ان کا شمار ہوتا تھا، وہ بھی میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات پر کہتے کہ حافظ جی! آپ کا بیٹا میرے حوالے کر دیجئے! میں اسے اپنے جیسا بیرسٹر بناؤں گا۔ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو بھی وہی جواب دیتے کہ بیرسٹر صاحب! میں نے تو سلیم کو اپنی آخرت کے لئے طے کر لیا ہے۔

دین کی خدمت نہیں کی تو دونوں جہان کا خسارہ

طالبِ علمی کے زمانے میں مجھ سے کہتے تھے کہ بیٹا! مجھ سے وعدہ کرو کہ فارغ ہونے کے بعد تمہارا فُل ٹائم (full time) مشغلہ یہی رہے گا، تم اِدھر اُدھر دنیا کی طرف توجہ نہیں کرو گے۔ تو میں عرض کرتا تھا کہ ابّا جان! جب آپ مولوی بنا رہے ہیں تو ان شاء اللہ یہی کام کریں گے۔ تو کہتے تھے کہ نہیں، تم مجھ سے وعدہ کرو۔ اُس وقت تو یہ فتنے بھی نہیں تھے، مگر کہتے تھے کہ مجھ سے وعدہ کرو اس لئے کہ میں نے تمہیں بہت قربانی سے پڑھایا ہے۔ (ان کی تنخواہ بہت کم تھی، مگر پھر بھی میری فیس (fees) پوری ادا کرتے رہے)، فرماتے تھے کہ

اگر تم نے فارغ ہونے کے بعد دین کا کام نہیں کیا تو میری تو دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔

علم کو اوڑھنا بچھونا بناؤ

میں تمام طلبہ اور طالبات سے درخواست کرتا ہوں کہ آج یہ طے کر لیجئے کہ اب موت تک ہمارا اوڑھنا بچھونا یہی رہے گا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس راہ پر ڈال دیا ہے، ہم اسی پر جمے رہیں گے، اور جہاں تک پیسے اور روزی کا تعلّق ہے، اس کی بالکل فکر نہ کیجئے، دل لگا کر دین کی خدمت میں لگے رہئے، اللہ بہت کچھ دے گا، ہمارے دلوں کو صبر اور استغناء سے بھر دے گا، ہمیں کم پیسوں میں، کم تنخواہ میں اور راحت کے اسباب کے فقدان کے باوجود ایسی راحت اور عزّت دے گا جو زیادہ پیسے والوں کو اور اسبابِ راحت والوں کو نصیب نہیں ہوتی، ہمیں دنیا میں بھی عزّت دے گا اور آخرت میں بھی، روزانہ اس بات سے سکون اور تسلّی ملے گی کہ الحمدللہ آج میں نے اپنا وقت اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے میں صَرف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب برکت دیں اور عمل کی توفیق نصیب کریں۔ (آمین)

وظائفِ نبوت کی کوشش

ایک آخری بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو نبوی کاموں میں مشغول کریں، ہمارا پورا focus (ہماری پوری توجّہ)، نبوی کام: تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیہ کی طرف ہو، ہم یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم عطا کیا ہے، وارث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بنایا ہے، لہٰذا مجھے اپنے آپ کو اسی میں کھپانا چاہئے، بس سیکھنا ہے، سکھانا ہے اور لوگوں کو عمل پر لانا ہے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا ہے، اس بات کی فکر کرنی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں کامیاب ہو جائیں۔

میں کہا کرتا ہوں کہ دین کی دوسری بھی بہت خدمتیں ہیں، ان کا انکار نہیں ہے، لیکن ایک عالم کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ وہ وظائفِ نبوت میں مشغول رہے اس لئے کہ وہ اعلیٰ

درجے کی خدمت ہے، اور یہ فطری بات ہے کہ ہر شخص اعلیٰ درجے کی چیز کے لئے کوشش کرتا ہے، اس لئے ہمیں وظائفِ نبوت یعنی تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب وحکمت اور تزکیہ کی خدمت میں مشغولی کی پوری کوشش کرنی ہے کیونکہ وراثتِ نبوی حقیقت میں یہی ہے۔

وراثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

بیشک اللہ نے مؤمنین پر احسان فرمایا جب اس نے ان میں ایک رسول بھیجا جو انہی میں سے ہیں، وہ ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔

یہ ہے اصل وراثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ ہیں وظائفِ نبوّت، باقی دوسری چیزیں بھی خدمتِ دین ہیں، اُن میں مشغولی بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، لیکن کوشش ہماری یہ ہونی چاہئے کہ ہم وظائفِ نبوت میں مشغول ہوں، ہمارا فُل ٹائم (full time) کام یہی ہو اور ہم موت تک اسی میں مشغول رہیں، میرے بھائیو! ہمارے اکابر اور اسلاف نے تعلیم وتعلّم اور تزکیہ میں مشغولی کی خاطر فاقے کئے ہیں، پیاز اور روٹیاں کھائی ہیں، چٹنی کے ساتھ روٹیاں کھائی ہیں، اچار کے ساتھ روٹیاں کھائی ہیں، خود بھی کھائی ہیں اور بیوی بچّوں کو بھی کھلائی ہیں، ان کا مقصدِ زندگی آخرت تھا اس لئے ان کی زندگیوں میں سادگی اور قناعت تھی۔

راحت طلبی اور تن آسانی

آج یہ بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہماری زندگیوں سے زہد نکل گیا، قناعت اور سادگی

نہیں رہی، اُمّت میں خوش عیشی اور راحت طلبی کا مرض بڑھ گیا، اس وقت پوری اُمّت اس میں مبتلا ہے، ہر شخص زہد سے کوسوں دور ہے، حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

إِيَّاكَ وَالتَّنَعُّمَ فَإِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ[1]

راحت طلبی اور تن آسانی سے بچو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے آرام اور راحت والی زندگی نہیں گزارتے۔

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اُمّت کے ہر فرد کو یہ کہہ رہے ہیں کہ خوش عیشی، راحت طلبی اور مزے والی زندگی سے بچ کر رہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے خوش عیشی والی زندگی نہیں گزارتے، تو ایک عالم کے لئے یہ ارشاد کتنی اہمیت کا حامل ہے، وقت مجھے اجازت نہیں دیتا کہ اس سلسلے میں کچھ تفصیل سے عرض کروں، مگر میں اس بات کی تاکید ضرور کروں گا کہ ہم اپنے اکابر کی زندگیوں کا مطالعہ کریں اور اس سلسلے میں ان سے سبق لیں، اللہ تعالیٰ شانُہٗ مجھے اور آپ کو ان گزارشات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

[1] مسند أحمد، ح(۲۲۱۰۵)

ماٰخذومراجع

ناشر	مصنّف/مرتّب	کتاب	شمار
مؤسسة الرسالة، بيروت	الإمام أحمد بن حنبل	مسند أحمد	۱
مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنوّرة	الإمام أبو بكر البزّار	مسند البزّار	۲
دار الغرب الإسلامي، تونس	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	الشمائل المحمدية	۳
دار ابن حزم، مصر	الخطيب التبريزي	مشكاة المصابيح	۴
دار ابن الجوزي، الدمام	الإمام ابن عبد البر	جامع بيان العلم وفضله	۵
دار إحياء التراث العربي، بيروت	القاضي ثناء اللّٰه	التفسير المظهري	۶
دار المنهاج، جدّة	الإمام السيوطي	تدريب الراوي	۷
دار الفكر، بيروت	جمال الدين ابن منظور الإفريقي	مختصر تاريخ دمشق	۸
دار هجر، مصر	الإمام ابن الجوزي	مناقب الإمام احمد	۹
مکتبۃ الحراء، کراچی	حضرت مفتی محمد تقی عثمانی	انعام الباری	۱۰